مفکر احرار چودھری افضل حقؒ

پیکر علم و عمل

چودھری صاحب مرحوم کے یہ تأثرات ضیغم احرار شیخ حسام الدین مرحوم کی روایت سے ابو یوسف قاسمی کی تصنیف "مفکر احرار چودھری افضل حق" سے نقل کئے جا رہے ہیں جو ۱۹۹۱ء میں بساط ادب لاہور سے پہلی بار شائع ہوئی۔ (کفیل)

شاہ جی کی مسلسل دو تقریروں نے میرا کام تمام کر دیا۔[1] انگریز نے عالم اسلام پر جو ظلم و ستم روا رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر میں ملازمت کے دوران دل ہی دل میں کڑھتا رہتا۔ اب شاہ جی کی تقریروں نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ شاہ جی نے اہل فرنگ کی اسلام دشمنی کا اپنی جادو بیانی سے کچھ ایسا نقشہ کھینچا کہ میرے قلب و جگر میں بچپن سے لیکر عالم شباب تک انگریزوں کے خلاف حقارت و نفرت کا جو جذبہ پرورش پا رہا تھا۔ آناً فاناً ایسا اجاگر ہوا کہ مجھے دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ تھی۔ میں اپنے ماحول سے کچھ ایسا بیگانہ ہوا کہ مجھے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں پولیس کا ایک سب انسپکٹر ہوں اور اپنی ڈیوٹی سر انجام دے رہا ہوں۔ عین ممکن ہے کہ مجھے ان کے خلاف مقدمہ چلانے کا فریضہ سر انجام دینا پڑے۔ میری رپورٹ کے باعث ان کی تقریر قانونی شکنجے میں آجائے۔ پھر مجھے انگریز کے قانون کی حمایت میں شاہ جی کے خلاف لب کشائی کی بھی ضرورت لاحق ہوگی۔ یہ سب خیالات جو ایسی صورت حال کا ایک لازمی تقاضا ہو کرتے ہیں میرے ذہن سے یک قلم ماؤف ہو گئے تھے۔ میں یوں محسوس کر رہا تھا کہ شاہ جی کی لاثانی خطابت کے سمندر میں ایک بے سہارا تنکے کی طرح بہتا ہوا جا رہا ہوں۔ در اصل ان کی تقریر میں بلاد اسلامیہ کے درد و کرب، رنج و ملال اور حزن و غم کی ایک ایسی تصویر رقصاں تھی جو ایک مدت سے میرے اپنے ذہن پر نقش ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ تقریر کر رہے تھے اور میرے دل کی ایک ایک دھڑکن ان کے خیالات سے ہم آہنگ تھی۔ وہ جب فرنگی بابا کی استعمار پسندی، چیرہ دستی اور عیاری کے واقعات اپنی معجز نما زبان سے بیان کر رہے تھے تو میں یوں محسوس کر رہا تھا جیسے میں کسی مجاہد کی طرح تمام ہتھیاروں سے لیس میدان جنگ میں کھڑا ہوں اور جونہی حملے کا بگل بجے گا میں انگریز کے سارے کس بل نکال دوں گا۔ اور جب مجاہدین اسلام کے زریں کارنامے اپنی حجازی لے میں سنا رہے تھے تو میں اپنے وجود تک سے بے خبر اور غافل ہو کر رہ گیا تھا۔

تین چار گھنٹے کی یہ ساحرانہ خطابت جب اختتام پذیر ہوئی تو مجھے یوں لگا میں کسی خواب سے بیدار ہوں۔ میں اپنے عملے کی معیت میں کوتوالی پہنچا وہاں کے ضابطوں کی تکمیل کے بعد گھر لوٹا مگر اب طبیعت کا سکون ہل گیا تھا۔ اضمحلال و کرب کی اس کیفیت میں بغیر کچھ کھائے پیئے چارپائی پر دراز ہو گیا۔ مگر نیند سے آنکھیں آشنا ہونے کا نام نہ لیتی تھیں۔ نگاہوں کے سامنے وہی منظر رقص کر رہا تھا۔ میں تخیل کی ایک خوشنما وادی میں پہنچ گیا۔ میں سوچ رہا تھا۔ خوشحالی میں ساتھ دینا بھی کوئی نیکی اور بہادری ہے؟ شرافت اور خلوص کے تقاضا کے تحت اسلام کے اس

[1] شاہ جی مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی دعوت پر تحریک ترک موالات ۱۹۲۱ کے سلسلہ میں تقریر کے لئے لدھیانہ تشریف لے گئے تھے۔

بد ترین دور میں تھوڑی سی قربانی بہت سے اجر کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس جذبے کے ساتھ یہ خیال بھی ابھرا کہ اگر ایسا ہوا تو پھر کیا ہوگا؟ میرے عزیز و اقرباء کیا کہیں گے؟ میری اولاد کا کیا مستقبل ہوگا؟ امید و بیم کی اس کیفیت میں رات سوتے جاگتے کٹ گئی۔ دوسری رات شاہ جی پروگرام کے مطابق پھر تقریر کر رہے تھے۔ اب ڈیوٹی کے احساس کی نسبت ذوق و شوق کا جذبہ انتہائی شدت کے باعث مجھے کشاں کشاں جلسہ گاہ کی طرف لے گیا۔ شاہ جی کی تقریر میں واقعات وہی تھے مگر انداز نیا تھا۔ ان کی زبان کی لطافت، الفاظ کی شوکت اور اندازِ بیان کی پاکیزگی کا وہی عالم تھا۔ وہ محمود غزنوی اور کسی فقیر بے نوا کا واقعہ اپنے دل کش ترنم میں سنا رہے تھے

شنیدہ تو کہ محمود غزنوی شب دے
نشاط کرد شب اش برسر سمور گزشت
یکے فقیر ہمہ شب سر تنور گزشت
شب تنور بر آں مستمند عور گزشت
صباح نعمہ بر آورد و گفت اے محمود
شب تنور گزشت و شب سمور گزشت

ان اشعار کے معانی نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ زندگی محمود غزنوی اور فقیر دونوں کی بسر ہو گئی۔ محمود غزنوی نے دبیز قالینوں پر گزار دی تو کیا؟ اور فقیر نے پتھریلی زمین پر سسکیاں لیتے بسر کر دی تو کیا؟ زندگی کو کسی بلند نصب العین، کسی خوشنما مقصد اور خود داری کے جذبے کے تحت بسر کرنا اصلی منشائے حیات ہے۔ انہی جذبات سے مغلوب ہو کر میں نے استعفیٰ داغ دیا۔ اور گھر آ بیٹھا۔ (۲) (چودھری افضل حق) ابو یوسف قاسمی ص۳۴)

*

---

(۲) شیخ حسام الدین مرحوم ہی کی روایت ہے کہ چودھری صاحب کبھی موڈ میں آتے تو شاہ جی سے مخاطب ہو کر فرماتے "ارے شاہ جی! تمہیں تو معلوم ہی نہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے کون کون سی صفات تمہیں بخش دی ہیں کہ دنیا تمہارے پیچھے پیچھے بھاگتی پھرتی ہے۔" (چودھری افضل حق، ابو یوسف قاسمی صفحہ ۳۸)

ڈاکٹر سید عبد اللہ مرحوم راوی ہیں کہ مرحوم چودھری افضل حق کی یہ حالت تھی کہ شاہ جی جب طویل تبلیغی سفر پر چلے جاتے تو وہ یہ فرمایا کرتے "شاہ جی دے بغیر ماڑیاں کھولے (کھنڈر) معلوم ہوندے نیں" اور کبھی کبھی کوئی صورت پیدا کر کے ان کا دورہ کٹوا بھی دیتے اور پھر اپنی محبت آمیز شرارت پر بہت خوش ہوتے۔ (چٹان لاہور سالنامہ ۱۹۶۲ء صفحہ ۸۰)

جذبہ احرار

مسلمانو! پرچم ختم نبوت گرنے نہ پائے اور عقیدۂ ختم نبوت پر آنچ نہ آئے۔ اس کی حفاظت ہم سب مسلمانوں کے ایمان کی اساس ہے۔

احرار رضاکارو!

اس تحریک کی روح کو زندہ رکھنا، میری دعائیں مجلس احرار اسلام کے ساتھ ہیں۔ میں مطمئن ہوں کہ جب تک احرار باقی ہیں نئی نبوت نہیں چلنے دیں گے۔ جب بھی کوئی نبی سر اٹھائے گا ہم صدیق اکبر کی سنت جاری کریں گے۔

مسلمانو!

متحد ہو کر احرار کی اس دینی جنگ میں شریک ہوجاؤ اور اپنی اجتماعی قوت سے انگریزی نبوت کا ٹاٹ لپیٹ دو۔

مقصود کی منزل نہ ملی ہے نہ ملے گی
سینوں میں اگر جذبۂ احرار نہیں ہے

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

ملتان ستمبر ۱۹۵۸ء